یتیم پوتے کی وراثت

— ۲ —

عمر احمد عثمانی

اولاد کا مفہوم و معنی

[پوتے کی ترکہ سے محرومی در اصل اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ پوتا ,, اولاد ،، کے مفہوم میں حقیقی معنوں کے اعتبار سے داخل نہیں - چنانچہ اس مسئلہ کے ضمن میں ,, اولاد ،، کے معنی کا تعین بنیادی اہمیت رکھتا ہے] -

,, اولاد ،، کے مفہوم و معنی کے تعین میں مسئلہ وصیت سے ایک اہم اور بنیادی توضیح حاصل ہوتی ہے - ایک شخص نے دو اشخاص کی اولاد کے لئے وصیت کی - ان میں سے ایک کی تو صلبی اولاد موجود ہے ، دوسرے کی نہیں - البتہ اس کے پوتے موجود ہیں - اس وصیت میں پہلے کی صلبی اولاد اور دوسرے کے پوتے دونوں داخل ہوں گے - چنانچہ امام رازی رح فرماتے ہیں

ولو ان رجلا قال قد اوصیت بثلث ما لی لولد فلان و فلان و کان لا حدهما اولاد لصلبه و لم یکن للاخر ولد لصلبه و کان له اولاد ابن - کانت الوصیة لولد فلان ولا ولاد اولاد فلان ولم یمتنع دخول اولاد بنیه فی الوصیة مع اولاد الآخر لصلبه وانما یمتنع دخول ولد فلان لصلبه وولد ولده معه فاما ولد غیره لغیر صلبه فغیر ممتنع دخول مع اولاد الآخر لصلبه

(ایضاً احکام القرآن لابی بکر الجصاص الرازی رح ص ۱۰۲ ج ۲)
(مطبوعہ مطبعہ بہیہ مصریہ سنہ ۱۳۴۷ھ)

'' اور اگر کسی شخص نے یوں کہہ دیا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی فلاں اور فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کر دی ہے - مگر ان میں ایک فلاں کی تو صلبی اولاد موجود ہے مگر دوسرے فلاں کی صلبی اولاد موجود نہیں ہے - البتہ اس کے پوتے ہیں تو اس وصیت کے مطابق پہلے فلاں کی صلبی اولاد کو اور دوسرے فلاں کے پوتوں کو ترکہ کا تہائی دلوایا جائے گا - اور وصیت میں ایک فلاں کی صلبی اولاد موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے فلاں کے پوتوں کا وصیت میں داخل ہو جانا غلط نہیں ہوگا - البتہ صلبی اولاد کے موجود ہوتے ہوئے خود اس صلبی اولاد کی اولاد کا وصیت میں داخل ہونا غلط ہوگا - مگر ایک فلاں کی صلبی اولاد کے ہوتے دوسرے فلاں کے پوتوں کا وصیت میں داخل ہو جانا غلط نہیں ہے -
مسئلہ کی صورت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ذرا مندرجہ ذیل نقشہ پر غور فرمائیے -

زید (موصی)

عمرو   ان دونوں کی اولاد' یعنی محمود اور مسعود کیلئے ایک تہائی مال کی وصیت کی گئی   بکر

(محمود)   (موصیٰ لہ ' جو مرگیا)   (مو صیٰ لہ ' جو زندہ ہے) مسعود

حمید ۲   ۶ سعید (محروم)

زید نے وصیت کی کہ عمرو ' اور بکر کی اولاد کو اس کا تہائی مال دے دیا جائے - اب صورت یہ پیش آئی کہ بکر کا بیٹا ''مسعود'' (یعنی صلبی اولاد) خود موجود ہے - اور اس کا بیٹا ''سعید'' بھی موجود ہے - لیکن عمرو کا بیٹا ''محمود'' مر چکا ہے - البتہ اس کا بیٹا ''حمید'' یعنی عمرو کا پوتا موجود ہے - تو وصیت کا تہائی مال '' مسعود '' اور '' حمید ' میں ' برابر برابر تقسیم کر

دیا جائے گا - بکر کا چونکہ اپنا صلبی بیٹا موجود ہے - لہذا ''سعید'' (یعنی بکر کا پوتا) محروم ہوگا - مگر دوسری طرف عمرو کا اپنا صلبی بیٹا ''محمود'' موجود نہیں ہے تو عمرو کے پوتے یعنی ''حمید'' کو عمرو کی اولاد ہونے کی حیثیت سے (یعنی محمود کا قائم مقام ہو کر) وہ حصہ مل جائے گا جو محمود اگر زندہ ہوتا تو اس کو ملتا - فرض کیجئے کہ ''عمرو'' اور ''بکر'' آپس میں سگے بھائی بھی ہیں جن کی اولاد کے لئے زید نے وصیت کی ہے کہ انہیں زید کے ترکہ کا ایک تہائی دے دیا جائے - تب بھی حکم یہی ہوگا - اور چچا کی موجودگی بھتیجے کو اپنے باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے محروم نہیں کرے گی -

بعینہ یہی صورت اس مسئلہ میں بھی ہے جو ہم نے وراثت کے سلسلہ میں پیش کی تھی ہم نے عرض کیا کہ چچا (صلبی اولاد) کی موجودگی میں خود اس چچا کی اولاد (یعنی پوتوں کا) وراثت میں حصہ پانا تو غلط ہے - کیونکہ ان کا باپ (جو زندہ ہے) ان کا حاجب بن جاتا ہے - لیکن جس پوتے یا پوتوں کا باپ زندہ نہیں ہے - ان کا میراث میں شریک ہونا اور باپ کا قائم مقام ہو کر وراثت میں حصہ پانا غلط نہیں ہے - کیونکہ ان کا باپ جو ان کا حاجب ہو سکتا تھا وہ موجود نہیں ہے - یعنی باپ تو اپنے بیٹوں کو وراثت سے محروم کر دیتا ہے مگر چچا اپنے بھتیجوں کو محروم نہیں کر سکتا - جیسا کہ وصیت کی صورت میں آپ نے ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا ہے کہ ایک فلاں کی اولاد، دوسرے فلاں کی غیر صلبی اولاد کو محروم نہیں کرتی - ذرا اسی نقشہ کو پھر سامنے رکھ لیجئے جو ہم نے وصیت کے سلسلہ میں ابھی ابھی پیش کیا تھا - اس تبدیلی کے ساتھ کہ وصیت کے بجائے وراثت کی صورت بنائی جائے -

حیرت کی بات یہ ہے کہ وصیت کی صورت میں بکر، اپنے بھتیجے محمود کو اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر اس کا حصہ پانے سے محروم نہیں کرتا - لیکن وراثت کی صورت میں اسے محروم کر دیتا ہے - حالانکہ ان دونوں صورتوں میں مدار محض ''اولاد'' کے لفظ پر ہے - قرآن کریم نے یوصیکم اللہ فی اولادکم میں ''اولاد'' کا لفظ ہی استعمال کیا ہے - جس سے وراثت کا قانون

مستنبط کیا جاتا ھے - اور زید (موصی) بھی اپنی وصیت میں لاولاد فلان وفلان میں ''اولاد'' ھی کا استعمال کر رھا ھے - لیکن وصیت کی صورت میں وہ سارے اصول اور قاعدے طاق نسیاں کے سپرد ھو جاتے ھیں جن کے حوالے وراثت کے ضمن دئیے گئے تھے (۱) -

(۱) محمد تقی صاحب کی اس فریاد کو ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے اس استدلال کے خلاف فرمائی ھے -

''ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ کارنامہ کہ وراثت کو وصیت پر اور اللہ تعالیٰ کے عام ارشاد کو ایک شخص کے جزوی قول پر کس صفائی اور خوبصورتی سے قیاس کر لیا گیا کہ زمین و آسمان مل گئے اور ایک عام پڑھنے والا پتہ بھی نہ لگا سکا کہ ھوا کیا ھے ؟''

(ھمارے عائلی مسائل ص ۵۴)

مجھے افسوس ھے کہ محمد تقی صاحب استدلال کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے - ورنہ وہ ایسی بے تکی بات نہ فرماتے -

محمد تقی صاحب نے یہاں ایک اور غلط بیانی بلکہ دیدہ دلیری سے کام لیا ھے - وہ فرماتے ھیں کہ ''وصیت کی صورت میں ''اولاد'' کے لفظ سے بیٹے اور پوتے دونوں بیک وقت اس لئے مراد ھو گئے تھے کہ زید' جو عمرو اور بکر کی اولاد کے لئے وصیت کر رھا ھے وہ متعین کر کے دو الگ الگ ارر خاص شخصوں کے لئے وصیت کر رھا ھے - اسے معلوم ھے کہ عمرو کا صلبی بیٹا خالد مر چکا ھے' البتہ اس کا پوتا رشید زندہ ھے - پھر وہ عمرو کی اولاد کا لفظ استعمال کرتا ھے تو اس کا مطلب ھی اس سے سوائے اس کے پوتے کے اور کوئی نہیں یہ ایسا ھی ھے کہ جیسے وہ عمرو کا پوتا کہدیتا الخ'' -

(ھمارے عائلی مسائل ص ۵۵)

حالانکہ قارئین دیکھ چکے ھیں کہ شیخ الاسلام امام ابو بکر رازی رح کے اقتباس میں ایسا کوئی لفظ نہیں ھے جس سے یہ بات نکالی جاسکے کہ عمرو کا صلبی بیٹا خالد' وصیت سے پہلے ھی مر چکا تھا اور وصیت کرنے والے کو یہ بات معلوم تھی - شاید محمد تقی صاحب کے علم میں کچھ اضافہ ھو سکے اگر میں انھیں یہ بات بتاتا چلوں کہ اگر عمرو کا صلبی بیٹا خالد وصیت کے وقت زندہ تھا اور وہ وصیت کے بعد مر گیا ھے تب بھی ھماری فقہ کا فیصلہ یہی ھے کہ خالد کا بیٹا رشید محروم نہیں ھو سکے گا وہ اپنے باپ کا قائم مقام ھو کر وصیت کا وہ حصہ حاصل کر لیگا جو اس کے باپ کو ملنا چاھئیے تھا - اس کے بعد محمد تقی صاحب کچھ فرمانا چاھتے ھیں تو فرمائیں -

اس کے بعد شیخ الاسلام امام ابو بکر جصاص رازی رح فرماتے ھیں کہ

فكذلك قوله تعالى (يوصيكم الله في اولادكم) يقتضى ولد الصلب لكل واحد من المذكورين اذا كان ولا يدخل معه ولد الا بن ـ ومن ليس له ولد لصلبه، وله ولد ابن دخل فى اللفظ ولد ابنه وانما جاز ذلك لان قوله تعالى (يوصيكم الله فى اولادكم) خطاب لكل واحد من الناس ـ فكان كل واحد منهم مخاطبا به على حياله ـ فمن له منهم ولد لصلبه تناوله اللفظ على حقيقة ولم يتناول ذلك ولد ابنه - ومن ليس له ولد لصلبه وله ولد ابن فهو مخاطب بذلك على حياله فيتناول ولد ابنه ـ (احكام القرآن ص ـ ۱۰۲ ج - ۲)

اسی طرح حق تعالیٰ کے ارشاد (یوصیکم اللہ فی اولادکم) کا تقاضا یہ ھے کہ مذکورہ لوگوں میں سے ھر شخص کی صلبی اولاد مراد ھو، بشرطیکہ وہ موجود ھو - اور ان کے ساتھ پوتے وراثت میں داخل نہ ھوں ـ البتہ جہاں صلبی اولاد موجود نہ ھو ـ مگر پوتے موجود ھوں، تو وھاں '' اولاد '' کے لفظ کے مفہوم میں پوتے شامل ھو جائیں گے ـ بات یہ ھے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد (یوصیکم اللہ فی اولادکم) کا خطاب تمام لوگوں سے ھے اور ھر شخص اپنے حالات کے مطابق ھی اس آیت کا مخاطب ھے ـ لہذا جس شخص کے صلبی اولاد موجود ھے وھاں حقیقی معنی کے اعتبار سے '' اولاد '' کا لفظ انھی کو شامل ھوگا اور پوتوں کو شامل نہیں ھوگا ـ اور جہاں صلبی اولاد موجود نہ ھو - البتہ پوتے موجود ھوں تو وھاں ایسا آدمی اپنی حالت کے مطابق ھی اس آیت کریمہ کا مخاطب ھوگا اور '' اولاد '' کا لفظ وھاں پوتوں کو شامل ھو جائے گا ـ

یہ بات اس حد تک ہمارے نزدیک بھی درست ہے کہ صلبی اولاد اور پوتے اگر ایک ہی نسبی عمود سے تعلق رکھتے ہوں ۔ تو صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے مراد نہیں ہوں گے بلکہ صلبی اولاد ان کے لئے حاجب بن جائے گی یعنی بیٹے کی موجودگی میں اسی بیٹے کی اولاد محروم ہو جائے گی اور فی اولادکم سے مراد وہاں پوتے نہیں ہوں گے ۔ لیکن اگر نسبی عمود تبدیل ہو جائے تو اس تبدیلی کے بعد چچا اپنے بھتیجے کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتا ۔ اس صورت میں ایک نسبی عمود میں '' اولادکم '' سے مراد صلبی بیٹا ہوگا اور دوسرے نسبی عمود میں پوتا مراد ہو جائے گا ۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس اقتباس میں بیان فرمایا ہے کہ — '' اس آیت کا خطاب تمام لوگوں سے ان کے حالات کے مطابق ہے '' ۔ ہم اس سے پہلے وصیت کی صورت میں دیکھ چکے ہیں کہ '' اولاد '' کے مفہوم میں صلبی اولاد اور پوتے بیک وقت شامل سمجھے گئے تھے یعنی جہاں صلبی اولاد موجود تھی وہاں صلبی اولاد اور جہاں صلبی اولاد موجود نہیں تھی وہاں ان سے پیدا شدہ پوتے مراد ہو گئے تھے ۔ بعینہ اسی طرح وراثت کی صورت میں بھی صلبی اولاد اور پوتے دونوں مراد ہونے چاہئیں ۔ ایسے آدمی کی حالت کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں مراد ہوں ۔ کیونکہ اولاد کے مفہوم میں صلبی اولاد اور پوتے دونوں داخل ہیں ۔ اور '' اولاد '' کے لفظ کے یہ دونوں معنے حقیقی ہیں ۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ حضرات فقہائے کرام کا یہ موقف انتہائی کمزور ہے کہ '' اولاد '' کے حقیقی معنے صلبی بیٹوں کے ہوتے ہیں اور پوتوں کو مجازاً اولاد کہدیا جاتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پوتے بھی اپنے حقیقی معنوں کے اعتبار ہی سے اولاد کہے جاتے ہیں ۔ لہذا یہ اعتراض کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ حقیقی اور مجازی معنے بیک وقت مراد نہیں لئے جا سکتے ۔ اس موقف کی کمزوری کا احساس خود حضرت شیخ الاسلام امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہے ۔

چنانچہ ان کے نزدیک (احکام القرآن ایضاً ص ۱۰۲) یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ '' اولاد '' کا لفظ صلبی بیٹوں اور پوتوں کے لئے حقیقی معنے

کے اعتبار سے ھی استعمال ھوتا ھے - امام رازی رحؒ نے اس بات کو اپنے پہلے بیان کے بعد ذکر فرمایا ھے جس سے یہ سمجھنا بھی مستبعد نہیں ھے کہ ان کے نزدیک یہی قول راجح بھی ھے - امام موصوف رحؒ نے اپنے اس قول کے لئے جو استدلال پیش فرمایا ھے ، اس کا حاصل یہ ھے کہ قرآن کریم نے عورتوں کے بیان میں جن سے کسی مرد کا نکاح نہیں ھوسکتا ، صراحت کے ساتھ وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم (اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ھیں جو تمہاری صلب سے ھوں) فرمایا ھے - جس سے ثابت ھوتا ھے کہ قرآن کریم کی رو سے صلبی بیٹوں کی بیویاں ھی حرام ھو سکتی ھیں - مگر فقہاء کرام نے بالاجماع اس آیت سے پوتوں کی بیویوں کو بھی حرام قرار دیا ھے - جس کے معنے یہ ھیں کہ پوتوں کو بھی صلبی بیٹوں کے مفہوم میں شامل سمجھا گیا ھے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا - لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ھے کہ پوتے بھی بیٹے ھی ھوتے ھیں ولد یا ابن کا لفظ جب بولا جاتا ھے تو اس سے جہاں صلبی بیٹے مراد ھوتے وھیں اس کے ساتھ ھی پوتے بھی مراد ھوتے ھیں - اور ان لفظوں کے یہ دونوں معنے بالکل حقیقی ھوتے ھیں - کیونکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ھے - اگر یہ دونوں معنے حقیقی نہ ھوں تو بیک وقت حقیقی اور مجازی معنے مراد نہیں لئے جاسکتے - اور یہاں یہ دونوں معنے بیک وقت مراد ھیں - یعنی جیسا کہ صلبی بیٹے کی بیوی حرام ھوتی ھے اس کے ساتھ ساتھ پوتے اور پڑ پوتے کی بیوی بھی حرام ھوتی ھے ایسا نہیں ھوتا کہ صلبی بیٹوں کی موجودگی میں پوتوں کی بیویاں دادا کے لئے حلال رھتی ھوں اور صلبی اولاد کی غیر موجودگی میں حرام ھو جاتی ھوں - لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان الفاظ کے یہ دونوں معنے حقیقی ھی ھیں -

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ھے کہ عربی زبان میں ولد اور ابن دونوں بالکل مرادف الفاظ نہیں ھیں - ولد کے لفظ میں ایک گونہ عمومیت پائی جاتی ھے اور ابن اور بنت کے الفاظ ولد کے بہ نسبت یک گونہ خصوصیت کے حامل ھیں - یہ دونوں الفاظ زیادہ تر بلا واسطہ بیٹے اور بیٹی کے لئے بولے جاتے ھیں- لیکن اس کے باوجود ابناء (جو ابن کی جمع ھے) کا لفظ الذین من اصلابکم

(جو تمہاری صلب سے ہوں) کی قید کے ساتھ بھی متفقہ طور پر پوتوں اور پڑپوتوں کے لئے شامل مانا گیا ہے ، تو ولد کا لفظ جو بہر حال اس کی بہ نسبت اپنے مفہوم میں عمومیت لئے ہوئے ہے پوتوں اور پڑ پوتوں کو کیوں شامل نہیں ہوگا ۔

ہم نے شیخ الاسلام امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃاللہ علیہ کے اقتباسات اس لئے پیش کئے کہ وہ فقہ حنفی کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور ان کے ارشادات ہمارے علمائے کرام کے نزدیک بھی مسلمات کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ان اقتباسات سے آپ نے دیکھ لیا کہ '' اولاد '' کے حقیقی معنوں کے اعتبار سے جہاں اس سے صلبی بیٹے مراد ہوتے ہیں وہیں اس سے پوتے بھی مراد ہوتے ہیں اور اس لفظ کے یہ دونوں معنے ہر اعتبار سے حقیقی ہوتے ہیں ۔ لہذا مولانا مودودی صاحب کا یہ فرمانا کہ — '' پوتا بہر حال اپنے باپ کے واسطہ ہی سے دادا کے مال میں حقدار ہو سکتا ہے نہ کہ براہ راست خود '' — صحیح نہیں ہیں ۔ مولانا موصوف نے قائم مقامی کے اصول کو اور قانون حجب ' کو جو وراثت کے بنیادی ضابطے ہیں یہاں نظر انداز فرما دیا ہے اس لئے ان سے یہ غلطی سر زد ہوئی ہے ۔ '' اولاد '' کا لفظ اپنے حقیقی معنوں کے اعتبار سے صلبی بیٹوں اور پوتوں دونوں کو شامل ہے ۔

اس کے بعد ہم قرآن کریم سے کچھ اور دلائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ بات اور بھی کھل کر سامنے آ جائے گی کہ '' اولاد ۔ یا ولد '' کا لفظ اپنے حقیقی معنے کے اعتبار سے صلبی اولاد اور پوتوں دونوں کو شامل ہوتا ہے ۔

(سورۂ نساء کی آیات میراث ($\frac{۴}{۱۱}$ و $\frac{۴}{۱۲}$) میں اولاد اور ولد کا لفظ سات مرتبہ استعمال ہوا ہے ۔ جن میں سے چھ جگہوں پر '' ولد '' سے مراد بالاتفاق بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طرح کی اولاد ہے اور ساتویں جگہ یہی متنازعہ فیہ مقام ہے ۔ ان جگہوں کے علاوہ سورۂ نساء ہی کے آخر ($\frac{۴}{۱۷۶}$) میں کلالہ کی میرث کے سلسلہ میں ولد کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے ۔ وہاں بھی بالاتفاق ولد سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طرح کی اولادیں

هیں - تو کوئی وجہ نہیں کہ میراث کے سلسلہ میں آٹھ مقامات پر تو ولد سے مراد بیٹے اور پوتے دونوں ہوں اور محض نویں جگہ اس سے مراد صرف صلبی بیٹے ہوں اور پوتوں کو اس سے خارج کر دیا جائے -

قرآن کریم نے والدین کی وراثت کے سلسلہ میں بتایا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کو اپنے بیٹے کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا اگر اس کے کوئی اولاد (ولد) موجود ہو اور اگر اس کے کوئی اولاد موجود نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہو رہے ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا - قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں -

ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترك ان کان له ولد فان
لم یکن له ولد وورثه ابوه فلامه الثلث (۱۱/۴)

اس کے بعد یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کے ترکہ میں سے کتنا حصہ ملے گا - اس کے متعلق قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اگر بیوی کے اولاد موجود نہ ہو تو شوہر کو بیوی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا اور اگر بیوی کی اولاد موجود ہو تو شوہر کو ایک چوتھائی ملے گا - قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں -

ولکم نصف ما ترك ازواجکم ان لم یکن لهن ولد ج فان
کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن (۱۲/۴)

اس کے بعد یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ بیوی کو اپنے شوہر کے ترکہ میں سے کتنا حصہ ملے گا - چنانچہ بتایا گیا ہے کہ اگر شوہر کے اولاد موجود نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر شوہر کے اولاد موجود ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا - قرآن کریم کا الفاظ یہ ہیں -

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج فان کان
لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم (۱۲/۴)

سورہ نساء کے آخر میں کلالہ کی میراث کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے جس کے کوئی اولاد نہ ہو، البتہ اس کی ایک بہن موجود ہو تو بہن کو اپنے بھائی کے ترکہ میں سے نصف حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر بہن فوت ہو جائے اور اس کے کوئی اولاد موجود نہ ہو تو بھائی اپنی بہن کے ترکہ کا وارث بن جائے گا۔ اگر بہنیں دو ہوں تو دونوں بہنوں کو بھائی کے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ملے گا۔ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں۔

یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة ان امرؤ هلك لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو یرثها ان لم یکن لها ولد فان کانتا اثنتین فلهما الثلثن مما ترك وان کانوا اخوة رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین یبین الله لکم ان تضلوا و الله بکل شیء علیم (۱۷٦/۴)

(اے پیغمبر اسلام!) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ کے بارہ میں خدا تمہیں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مر جائے جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ البتہ اس کی بہن موجود ہو تو بھائی کے ترکہ میں سے بہن کو نصف ملے گا اسی طرح بھائی بھی اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کے اولاد نہ ہو۔ اگر بہنیں دو ہوں تو ان دونوں کو بھائی کے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ کئی ہوں جن میں بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی تو مرد کو دو عورتوں کے برابر (یعنی بھائیوں کو بہنوں سے دو گنا) حصہ ملے گا۔ خدا تمہارے لئے مسائل کو کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

مندرجہ بالا آیات میں ولد کا لفظ دو دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اور ان دونوں جگہ ولد سے مرادبالاتفاق بیٹے اور پوتے دونوں ہیں۔

واضح رہے کہ اصطلاح شرع میں ''کلالہ'' اس شخص کو کہتے ھیں جس کے اصول اور فروع میں کوئی نہ ھو یعنی نہ ماں باپ ھوں، نہ دادا دادی اور نہ نانا نانی - اسی طرح نہ پڑ دادا، سکڑ دادا اور نہ پڑ دادی سکڑ دادی ' اسی طرح نہ پڑ نانا ' سکڑ نانا اور نہ پڑ نانی - اور نہ سکڑ نانی - پھر فروع میں بھی نہ اس کے صلبی بیٹے ھوں نہ پوتے ' پڑ پوتے اور سکڑ پوتے ھوں نہ صلبی بیٹی ' نہ نواسے ، پڑ نواسے اور نہ سکڑ نواسے ھوں - یہاں غور طلب یہ بات ھے کہ قرآن کریم نے صرف یہ فرمایا ھے کہ اس کے کوئی ولد نہ ھو اور ولد کے لفظ سے تمام فقہائے کرام نے بالاتفاق یہی سمجھا ھے کہ نیچے تک اس کے فروع میں کوئی وارث نہ ھو اور ولد کے لفظ کو کھینچ کر پوتوں' پڑ پوتوں' اور سکڑ پوتوں تک لے گئے ھیں - اگر ولد کا لفظ اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے صرف صلبی بیٹوں تک ھی محدود ھے - تو ان آٹھوں مقامات پر اس لفظ کے مفہوم میں یہ عمومیت کہاں سے پیدا کر لی گئی ھے - اور وہ قانون کہ حقیقی معنے اور مجازی معنے بیک وقت مراد نہیں لئے جاسکتے ان آٹھوں مقامات پر کیوں نظر انداز کر دیا گیا ھے -

پھر اس کی کیا وجہ ھے کہ آٹھ مقامات پر تو ولد کا لفظ پوتوں' پڑ پوتوں اور سکڑ پوتوں تک کے لئے عام کر لیا جاتا ھے اور محض ایک مقام (یوصیکم اللہ فی اولادکم) میں وہ محض صلبی بیٹوں تک محدود ھو جاتا ھے - ایک ھی سلسلہ کی ان آیات میں یہ تضاد کیوں ھے ؟ اس کا جواب بجز اس کے اور کیا دیا جا سکتا ھے کہ کچھ نا معلوم وجوہ کی بناء پر ھمارے فقہائے کرام سے اس مقام پر تسامح ھوا ھے کہ انہوں نے یوصیکم اللہ فی اولاکم میں '' اولاد '' کے لفظ کو صلبی بیٹوں تک محدود فرما دیا - ورنہ در حقیقت '' اولاد '' کا لفظ یہاں بھی بیٹوں ' پوتوں پڑ پوتوں اور سکڑ پوتوں سب کے لئے عام ھے- بشرطیکہ ان کے اپنے عمود میں ان سے اوپر کوئی حاجب موجود نہ ھو -

واضح رھے کہ یہ تنہا میری اپنی آپج نہیں ھے بلکہ ھمارے اکثر بلند پایہ علماء مفسرین و محدثین و فقہاء بھی اس سے متفق ھیں- چند حوالے مختصراً درج کئے جاتے ھیں -

(۱) تفسیر خازن میں ولھن الربع مما ترکتم $\left(\frac{4}{11}\right)$ کی تفسیر میں صراحت کے ساتھ دعویٰ فرمایا گیا ہے کہ

اسم الولد یطلق علی الذکر والانثی ۔ ولا فرق بین الولد وولد الابن وولد البنت فی ذلك ۔

(تکملہ تفسیر خازن ص ۱۶ ج ۱ طبع مصر لحسن حلمی الکتبی و محمد حسن جمال الحلبی)

" ولد " کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے اور اس میں صلبی اولاد اور بیٹوں کی اولاد اور بیٹیوں کی اولاد میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ "

(۲) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی جو صحیح بخاری شریف کے نامور شارح ہیں اپنی شہرۂ آفاق کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں رقم طراز ہیں کہ

الولد اعم من الذکر و الانثی و یطلق علی الولد الصلب و علی ولد الولد و ان سفل

(فتح الباری ص ۸ ج ۱۲ مطبوعہ مصر)

ولد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے عام ہوتا ہے اور صلبی اولاد اور نیچے تک اولاد کی اولاد پر بولا جاتا ہے ۔

شریفیہ شرح سراجی میں تصریح فرمائی گئی ہے کہ

ولد الابن داخل فی الولد لقولہ تعالی "یبنی آدم"

(شریفیہ شرح سراجی ص ۲۶
مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ)

" ولد " کے مفہوم میں بیٹے کی اولاد بھی داخل ہے ۔ کیونکہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے " یا بنی آدم " کہہ کر مخاطب فرمایا ہے ۔

اس سلسلہ میں کہ ولد کے حقیقی معنے محض صلبی بیٹے ہی کے ہوتے ہیں اور پوتے کو مجازاً ولد کہدیا جاتا ہے ایک صاحب بہت ہی دور کی کوڑی لائے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ

'' اب سنئے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ پوتا حقیقی معنے میں اولاد میں داخل ہے - کیونکہ علماء بلاغت اور علماء اصول نے حقیقت اور مجاز کی پہچان کے سلسلے میں ایک بڑے پتے کی بات لکھی ہے ' وہ فرماتے ہیں کہ حقیقت کی علامت یہ ہے کہ لفظ سے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی - اور مجازی معنے کی نفی بھی کی جا سکتی ہے اور اثبات بھی ۔ مثال کے طور پر '' شیر '' کے حقیقی معنے تو ایک مخصوص درندے کے ہیں ' اس لئے اس مخصوص درندہ سے شیر کی نفی نہیں کی جا سکتی ۔ آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ '' شیر شیر نہیں '' ۔ دوسری طرف '' شیر '' کے مجازی معنے '' بہادر '' کے بھی ہوتے ہیں - جب کہ زید کی بہادری بتانی مقصود ہوتی ہے تو ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ '' زید تو شیر ہے '' تو یہاں ہم نے '' شیر کا اطلاق مجازاً زید پر کر دیا ، اب عام حالات میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ '' زید شیر ہے '' اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ '' زید شیر نہیں '' گویا زید سے اس مجازی معنے کی نفی بھی کی جاسکتی ہے اور اثبات بھی ۔

یہ حقیقت و مجاز پہچاننے کی ایسی کسوٹی ہے جس سے کوئی فرد خارج نہیں ' اب آپ اسی کسوٹی پر ولد یا بیٹے کو پرکھیئے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ صلبی بیٹا تو حقیقی معنے میں ''ولد'' کے اندر داخل ہے مگر پوتا مجازاً داخل ہے ۔ کیونکہ آپ اس صلبی بیٹے سے ولد کی نفی نہیں کر سکتے ۔ فرض کیجئے کہ زید کا ایک صلبی بیٹا عمر ہے تو آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ ''عمر زید کا بیٹا نہیں'' معلوم ہو گیا کہ یہ بیٹا حقیقی معنے میں ہے۔ اس کے برخلاف پوتے سے' ولد یا بیٹے کے لفظ کی نفی بھی کی جاسکتی ہے اور اثبات بھی' چنانچہ اگر عمر زید کا پوتا ہے تو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''عمر زید کا بیٹا ہے'' یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ '' عمر زید کا بیٹا نہیں '' گویا پوتے سے ' بیٹے کے لفظ کی نفی بھی کی جا سکتی ہے اور اثبات بھی ۔ یہ اس بات کی کھلی

علامت ھے کہ پوتا حقیقۃ ولد نہیں بلکہ مجازاً اس میں داخل ھے اور یوصکیم اللہ فی اولادکم میں ھم '' اولاد '' سے مراد صلبی بیٹے لے چکے ھیں تو اب اس میں پوتے کی کوئی گنجائش نہیں - کیونکہ آپ پڑھ چکے ھیں کہ ایک لفظ سے بیک وقت حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد نہیں لئے جا سکتے -

(ھمارے عائلی مسائل ص ۴۸ - ۴۹)

بیچارے مصنف عربی زبان کے لفظ ''ولد'' اور اردو زبان کے لفظ ''بیٹا'' کو مرادف الفاظ سمجھ رھے ھیں چنانچہ اس غلط فہمی اور عربی لغت کو اردو مفہوم سے خلط ملط کرنے کی وجہ سے وہ مفسرین کرام اور ائمہ سلف کی (جن کی تصریحات اوپر گذر چکی ھیں) مخالفت پر مجبور ھو گئے ھیں -

خلاصۂ مبحث

اس پوری تفصیل سے آپ نے دیکھ لیا کہ ھمارے علمائے کرام کا وہ پہلا دعویٰ کہ پوتے '' اولاد '' کے مفہوم میں براہ راست اس کے حقیقی معنے کے اعتبار سے داخل نہیں ھیں بلکہ انہیں مجازی طور پر اپنے دادا کی اولاد کہدیا جاتا ھے - لہذا جہاں صلبی بیٹے موجود ھوں جو ''اولاد'' کا حقیقی مصداق ھیں وھاں پوتوں کو '' اولاد '' کے مفہوم میں داخل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک لفظ کے حقیقی اور مجازی دونوں معنے بیک وقت مراد نہیں ھو سکتے - خود ان کی تصریحات اور خود ان ھی کے مسلمات کے اعتبار سے کس قدر غلط ھے - حقیقت یہ ھے کہ پوتے بھی '' اولاد '' کے مفہوم میں اس کے حقیقی معنے ھی کے اعتبار سے اسی طرح داخل ھیں جس طرح صلبی بیٹے اس کے مفہوم میں داخل ھوتے ھیں - اور '' اولاد'' کے یہ دونوں مصداق اس کے حقیقی معنی کے اعتبار ھی سے ھیں - لہذا یوصیکم اللہ فی اولاد کم کے حکم سے پوتوں کو خارج نہیں کیا جا سکتا - اور خود اس آیت کریمہ کی بناء پر یتیم پوتوں کو ان کے دادا کی میراث میں سے وہ حصہ ملنا چاھئے جو ان کے والد کو اگر وہ زندہ ھوتا مل سکتا تھا - حقیقت یہ ھے کہ وراثت

کے قانون میں قائم مقامی کا اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے جو اس ضمن میں ہمارے فقہائے کرام سے نظر انداز ہو گیا ہے - باپ کے مر جانے سے بیٹا اپنے باپ کا قائم مقام ہو جاتا ہے - وراثت کا سارا دار و مدار قائم مقامی کے اصول پر ہے- درمیانی واسطہ باقی نہ رہنے سے دور کا رشتہ دار درمیانی واسطہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے لہذا مورث کی وفات کے وقت اگر اس کا کوئی یتیم پوتاموجود ہے تو وہ اپنے متوفی باپ کی جگہ رکھا جائے گا اور اسے وہی حصہ ملے گا جو اس کے باپ کو ملتا - مورث کا جو بیٹا موجود ہے وہ اس یتیم پوتے کو محجوب نہیں کر سکتا - اس لئے کہ یتیم پوتا اپنے اس چچا کے واسطہ سے اپنے دادا کا رشتہ دار (ولد) نہیں ہے - بڑی عجیب بات ہے کہ دادا کے معاملہ میں تو ہمارے فقہائے کرام اسی اصول کی پیروی فرماتے ہیں مگر پوتے کے معاملہ میں اس اصول کو قطعاً نظر انداز کر جاتے ہیں -